

کلمہ طیبہ کا مفہوم

تحریر۔ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب۔ خلیل احمد رانا

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

ترجمہ۔ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول ہیں اللہ کے۔



لا اله الا الله

توحید

یہ کلمہ طیبہ توحید پر مشتمل ہے، توحید کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو معبودِ برحق، وحدہ لا شریک لہ ماننا اور یہی دین کی بنیاد ہے۔

الوہیت

استحقاقِ عبادت یا وجوب وجود کو الوہیت کہتے، جو ذات مستحقِ عبادت ہوگی اس کا واجب الوجود ہونا ضروری ہے، اسی طرح واجب الوجود کے لئے مستحقِ عبادت ہونا ضروری ہے۔
مشرکین کی سفاہت ہے کہ وہ اپنے بتوں اور بتوں کو ممکن الوجود مان کر معبود اور مستحقِ عبادت سمجھتے ہیں۔

عبادت

غایتِ تعظیم اور انتہاءِ تذلل کو عبادت کہتے ہیں جس کی اصل یہ کہ عبادت کرنے والا جس کی یہ عبادت کرتا ہے اس کے لئے ذاتی اور مستقل صفت مانتا ہے، جس میں کسی کی قدرت و مشیت کو کسی قسم کا کوئی دخل نہ ہو۔
اصل عبادت اسی اعتقاد کو کہتے ہیں، اس اعتقاد کے ساتھ کسی کی اطاعت محبت یا اس کے لئے کوئی عمل کرنا اس کی عبادت ہے، بغیر عمل کے کسی کے لئے صرف اعتقاد کا ہونا بھی اس کی عبادت قرار پائے گا۔

استعانت

الوہیت اور عبادت کے معنی واضح ہونے کے بعد استعانت کے معنی خود بخود سمجھ میں آ جاتے ہیں اور وہ یہ کہ کسی کے لئے عون کی ایسی صفت مستقلہ مان کر جو مقہوریت اور مغلوبیت سے بالاتر ہو اس سے طلبِ عون کو استعانت (حقیقہ) کہا جاتا ہے، ایسی استعانت صرف معبود حقیقی کی شان کے لائق ہے، لہذا مستعان وہی ہو سکتا ہے، اس کے غیر سے استعانت دراصل اس کی الوہیت و معبودیت کے اعتقاد کے منافی ہے۔

فائدہ

چونکہ الوہیت اور معبودیت استقلال ذاتی کے بغیر متصور نہیں، اس لئے کسی کو مجازی معبود الہ نہیں کہہ سکتے بخلاف استعانت، محبت اور اطاعت وغیرہ کے کہ یہاں مستعان مجازی اور محبوب مجازی کہہ سکتے ہیں، کیونکہ مظاہر کائنات میں خالق حقیقی نے یہ اوصاف پیدا کئے ہیں اور جو چیز پیدا کی ہوئی ہو، اس میں استقلال ذاتی ممکن نہیں، جس طرح استقلال ذاتی میں حدوث و امکان کا شائبہ نہیں پایا جاتا، لہذا الہ اور معبود کو مجازی کہنا بالکل ایسا ہوگا جیسے واجب الوجود کو حادث کہہ دیا جائے۔

مختصر یہ کہ الوہیت کے مفہوم کا خلاصہ، غلبہ اور استقلال ذاتی ہے، جو ذات اس سے متصف ہوگی، اس کے لئے استحقاقِ عبادت و استعانت اور وجوب و وجود بدایہٴ ضروری ہوگا اور یہ ملازمت و ضرورت کا سلسلہ ایسا ہے کہ معبود برحق کے تمام اوصاف و افعیہ کو اعتقاد کے سامنے لے آتا ہے اور ایک مومن و مصدق اس کی روشنی میں معبود حقیقی کے تمام اوصاف کو بلا تاویل تسلیم کر لیتا ہے۔

مثلاً استحقاقِ عبادت کے لئے ضروری ہے کہ معبود سب سے بڑا اور عظمت والا ہو، نیز اس کے لئے واجب الوجود ہونا بھی ضروری ہو، کیونکہ امکان کی صورت میں احتیاج لازم آئے گی، اور محتاج غایت تعظیم کا مستحق نہیں ہو سکتا، اسی طرح واجب الوجود ہونے کے لئے صانع عالم ہونا لازم ہے، کیونکہ سلسلہ ممکنات کا غیر متناہی ہونا محال ہے، لامحالہ کسی واجب پر ختم ہوگا، وہی صانع قرار پائے گا، پھر صانع کا تعدد امکان تمناع کو مستلزم ہے اور امکان تمناع اجتماع نقیضین کو مستلزم ہے، اور ظاہر ہے کہ اجتماع نقیضین ممکن نہیں بلکہ محال ہے، اور مستلزم محال یقیناً محال ہوتا ہے، اس لئے امکان تمناع باطل قرار پائے گا اور تعدد صانع ممتنع ہوگا، معلوم ہوا کہ صانع کا ایک ہونا ضروری ہے، جب صانع کا وجود ضروری ہوا تو اس کے لئے حیات، علم و قدرت، سمع، بصر، کلام، ارادہ اور حکمت و مشیت تمام اوصاف کا ہونا بھی ضروری

ہے ورنہ صانع نہیں ہو سکتا، اسی طرح صانع کے لئے کائنات کا رب ہونا اور ربوبیت کے لئے رحمان و رحیم ہونا سب کچھ ضروریات اور لوازمات سے ہے۔

مختصر یہ کہ لزوم و ضرورت کا یہ سلسلہ ایسا ہے کہ ایک صفت کے ساتھ دوسری اور دوسری کے ساتھ تیسری اور اسی طرح ہر صفت ملزومہ کے ساتھ صفت لازمہ چابت ہوتی چل جائے گی۔

شرک

توحید کی نقیض شرک ہے، چونکہ توحید امر واجب لذاتہ کا اعتقاد ہے اور واجب لذاتہ کی نقیض ممتنع لذاتہ ہے، لہذا جب تک کسی امر ممتنع لذاتہ کا اعتقاد نہ ہو اس وقت تک شرک متحقق نہ ہوگا، مثلاً اللہ تعالیٰ کا مستقلاً بالذات قادر مطلق ہونا واجب لذاتہ، اور اس کا اعتقاد توحید ہے اور اللہ تعالیٰ کے غیر کا مستقلاً بالذات قادر ہونا ممتنع لذاتہ ہے، تو جو شخص غیر خدا کے حق میں ایسے اعتقاد رکھے وہ مشرک ہے، اور اس کا یہ اعتقاد شرک قطعی ہے، خواہ وہ ایسی قدرت بعباء خداوندی ہی کیوں نہ مانتا ہو، کیونکہ صفت مستقلہ اوصاف الوہیت سے ہے اور وصف الوہیت کی عطا ممتنع ذاتیہ سے ہے، لہذا عطاء الوہیت کا معتقد بھی امر ممتنع لذاتہ کا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے مشرک قرار پائے گا، لیکن اگر کسی غیر خدا کے حق میں کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تمام ممکنات پر غیر مستقل قدرت عطا کر دی ہے، تو یہ اعتقاد شرک نہ ہوگا، کیونکہ غیر مستقل قدرت عطا کرنا تحت قدرت ہے اور جو چیز تحت قدرت ہو، ممکن بالذات ہے، اور کسی ممکن بالذات کا ممتنع لذاتہ ہونا محال ہے، اور جب تک کسی امر ممتنع لذاتہ کا اعتقاد نہ ہو مشرک نہیں ہو سکتا، لہذا تمام ممکنات پر اللہ تعالیٰ کا اپنے کسی محبوب کو غیر مستقل قدرت عطا کرنے کا اعتقاد ہر گز شرک نہ ہوگا۔

قدرت کی طرح علم، سمع اور بصر کو بھی سمجھ لیجئے، اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی محبوب کو تمام مخلوقات کا غیر مستقل یعنی ممکن اور حادث علم عطا کر دیا ہے یا دور نزدیک کی ہر شے اور ہر آواز کے سننے دیکھنے کی غیر مستقل صفت عطا فرمادی ہے تو یہ اعتقاد ہر گز شرک نہ ہوگا، کیونکہ غیر مستقل اوصاف کا عطا کرنا تحت قدرت ہونے کی وجہ سے ممکن ہے اور امر ممکن کا اعتقاد شرک نہیں ہو سکتا، لہذا استقلال ذاتی ہی کا عقیدہ شرک ہوگا، کیونکہ استقلال و الوہیت کی عطا ممتنع لذاتہ ہے اور اس کا اعتقاد شرک ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ توحید و الوہیت اور عبادت و شرک کے ان مفاہیم کو ذہن نشین کر لینے کے بعد یہ حقیقت بے غبار ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ الہ برحق صرف وہی ذات واجب الوجود ہے جو ہر صفت کمال سے متصف اور ہر عیب و

نقص سے پاک ہو اور اسی ذات مقدسہ کا نام اللہ ہے، اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، یہی معنی ہیں لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کے اور اصل دین بھی یہی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ (تعالیٰ) کے رسول ہیں

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

لفظ محمد کا مادہ حمد ہے ”التحید“ مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، جس میں مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے آخری رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک اور اسمائے مبارکہ میں اسم ذات ہے اس کے معنی ہیں بہت زیادہ بار بار حمد کیا ہوا، بے شمار تعریف کیا ہوا، مطلقاً سراہا ہوا۔

مواہب الدنیہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کا مضمون ارقام فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آسمانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا (مشہور) نام مبارک احمد ہے اور زمین میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

احمد

لفظ احمد کا مادہ بھی حمد ہے، الحمد مصدر سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں بہت زیادہ حمد کرنے والا، حمد کرنے والا ضرور قابل تعریف ہوتا ہے، اور جو قابل تعریف ہو وہ یقیناً مستحق حمد کی تعریف کرتا ہے، لہذا احمد ہونے کے لئے محمد ہونا ضروری ہے اور محمد ہونے کے لئے احمد ہونا لازمی ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے ”احمد و محمد“ دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء ذاتیہ سے شمار کیا ہے اور بعض نے دونوں کو ہم معنی بھی قرار دیا ہے۔

بشارت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک شبہ کا ازالہ

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک بشارت ان لفاظ میں مذکور ہے ونبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد، میں بشارت دیتا ہوا آیا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمد ہے۔

اس مقام پر ایک شبہ وارد ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ قرآن مجید میں چار جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک محمد آیا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی طرح اذان، نماز، کلمہ، درود سب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک محمد ہی وارد ہے، تو ایسی صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسمہ احمد کی بجائے اسمہ محمد کیوں نہیں فرمایا؟ لفظ احمد کے ساتھ بشارت میں یہ خدشہ لاحق ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ”احمد“ کے آنے کی بشارت دی ہے اور حضور محمد ہیں، لہذا ممکن

ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کا مصداق کوئی اور ہو جس کا نام احمد ہو۔

اس کے متعدد جواب ہو سکتے ہیں، لیکن سر دست ہم صرف ایک جواب پر اکتفا کرتے ہیں اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانی الاصل ہیں اور وہ اس طرح کہ ان کی تخلیق نفخ جبریل علیہ السلام سے ہوئی یعنی اس کے بغیر کہ نفخ جبریل علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مادہ تسلیم کیا جائے، بلکہ محض سبب اولین ہونے کی حیثیت سے اور اس اعتبار سے کہ جبریل علیہ السلام کا نفخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت مریم علیہ السلام کے حامل ہونے کا ذریعہ بنا، لہذا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی اصل نفخ جبریل علیہ السلام قرار پایا اور نفخ جبریل ذات جبریل علیہ السلام سے متعلق ہے اور ذات جبریل علیہ السلام آسمانی ہے، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانی الاصل قرار پائے۔

اور ہم سابقاً عرض کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک احمد آسمانی ہے، لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی نام پاک کے ساتھ بشارت دی تاکہ اس بشارت سے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانی الاصل ہونے پر روشنی جائے، کیونکہ بہترین کلام وہ ہوتا ہے جس سے متکلم کی حیثیت نمایاں ہو جائے، تو گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لفظ احمد کے ساتھ بشارت دے کر بتا دیا کہ میں آسمانی الاصل ہوں اسی لئے آسمانی بولی بول رہا ہوں، جو جہاں کا ہوتا ہے وہیں کی بولی بولتا ہے۔

اب لفظ محمد کی طرف آئیے اور کلمہ طیبہ میں اس کے وارد ہونے پر غور کیجئے۔

کلمہ طیبہ دراصل دین متین کی بنیاد ہے، اسے پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوگا کہ یہاں لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیثیت کس قدر عظیم و جلیل ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس کلمہ طیبہ کا جزو اول جو تو حید اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت و معبودیت کے مضمون پر مشتمل ہے، بمنزلہ دعویٰ کے ہے جسے تسلیم کرنے کے لئے ہر انسان دلیل کا محتاج تھا، وہی دلیل کلمہ طیبہ کا جز ثانی ”محمد رسول اللہ“ ہے۔

ابھی عرض کر چکا ہوں کہ لفظ محمد کے معنی ہیں بہت زیادہ تعریف کیا ہوا اور تعریف ہمیشہ خوبی اور حسن و جمال کی ہوتی ہے، عیب کی تعریف نہیں ہوتی بلکہ اس کی مذمت کی جاتی ہے، معلوم ہوا کہ جس ذات پاک کو محمد کہا گیا ہے وہ عیب و نقص اور بُرائی و ذم سے پاک اور مجسمہ حسن و جمال ہے، اور یہ اس لئے کہ وہ دلیل ہے دعویٰ تو حید کی، تو حید کا دعویٰ بالکل بے عیب ہے، اس لئے اس کی دلیل بھی بے عیب ہونی چاہیے، اسی بے عیب دلیل کا نام ہے۔

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔